قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے بارے میں مستشرقین کا نقطہ نگاہ

ڈاکٹر حافظ محمود اختر *

مستشرقین کی ایک بہت بڑی تعداد نے قرآن مجید کو نبی اکرمؐ کا کلام ثابت کرنے کیلئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے پہلی کتب مقدسہ سے باتیں نقل کر کے قرآن تیار کر لیا۔ اس کی دلیل میں وہ قرآن مجید اور پہلی کتابوں کی بعض مشترک باتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان مشترکہ پہلوؤں سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن پہلی کتابوں سے اخذ شدہ ہے۔

قرآن مجید اور کتب سابقہ میں بعض ملتی جلتی باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ قرآن پہلی کتابوں کی نقل ہے، اس کی حقیقت کو یوں واضح کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید نے بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ نئی بات پیش نہیں کرتا بلکہ وہ پہلی کتابوں والی تعلیمات ہی پیش کرتا ہے۔ البتہ اس کی ہدایت کامل، جامع اور آخری ہے۔ قرآن نے اس تمام تحریف وتغیر کی نشاندہی کی ہے جو لوگوں نے ان میں کر دی ہے۔ قرآن مجید کا اعلان ہے کہ قرآن اسی ہدایت کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے جس کا آغاز حضرت آدم سے ہوا تھا۔ اسی ہدایت کے لئے اللہ نے انبیاء انسانوں کی طرف بھیجے۔ قرآن کا اعلان ہے کہ رسالت اور وحی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ پہلے انبیاء پر بھی وحی نازل ہوتی رہی ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً(۱)

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے وحی بھیجی نوح اور ان کے بعد کے نبیوں کو اور ہم نے وحی کی ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کو، عیسٰی ایوب، یونس، ہارون سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

اسی طرح سورۃ الانعام کی آیت نمبر 85 سے 88 تک بھی یہی بات بیان کی گئی ہے۔

---

* پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

سورۃ المائدۃ میں اس سلسلے میں فرمایا:

وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ(۲)

انہی کے پیچھے قدموں پر ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جو مریم کے بیٹے ہیں۔تصدیق کرتے ہیں تورات کی جوان سے پہلے تھی۔اور انہیں انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی ہے،اور وہ توراۃ کی تصدیق کرنے والی ہے۔اس میں ہدایت اور متقی لوگوں کیلئے نصیحت ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر 48 میں اسی کا اگلا مرحلہ بیان کیا گیا ہے کہ

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً (۳)

اور آپ پر ہم نے کتاب اتاری۔

تحقیق وہ تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے اور سب پر شامل اور سب کی (صداقت وتعلیمات کی) محافظ ہے۔

پہلے مذاہب کے ساتھ اسلام کے تعلق کے بارے میں سورۃ الشوریٰ میں ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (۴)

راہ ڈال دی دین میں تمہارے لئے وہی جو کیا تھا نوح نے اور ان لوگوں نے جن کی طرف ہم نے وحی نازل کی۔اور جو کچھ ہم نے کہا تھا ابراہیم،موسیٰ،عیسیٰ،کو کہ دین کو قائم کریں اور اس میں تفرقہ نہ ڈالیں۔

ان کتب کو قرآن مجید اپنے وقت کی سچی کتابیں قرار دیتا ہے۔اور ان سب کا منبع ایک ہی قرار دیتا ہے اور ان بنیادوں پر ان کے ساتھ تعلق کا اعلان کرتا ہے تو پھر مستشرقین کا قرآن اور پہلی کتب میں تعلق ثابت کرنے کیلئے اقدار مشترک تلاش کرنا محض تحصیل حاصل ہی ہے۔

اس کے برعکس مستشرقین کے اعتراض کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے توراۃ میں مذکور واقعات سے اختلاف کیا ہے اور ان اختلافات کو وہ قرآن کا نقص اور غلطی قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہمارا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ جب خود عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد تسلیم کرتی ہے کہ توراۃ وانجیل میں لاتعداد تحریفات ہوچکی ہیں،(۵) تو اس صورت میں اسلامی مآخذ یعنی قرآن کی بات کو اصولی طور پر درست تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ غیر محرف ہے۔

مستشرقین اوران کے مشرقی ہم نواؤں کا خیال ہے کہ قرآن مجید عموماً عیسائیوں کی ایسی کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوچکی تھیں ان کے خیال میں آپؐ نے ان کتابوں سے قرآن اس لئے اخذ کیا تاکہ لوگوں کیلئے اس کی اصل معلوم کرنا آسان نہ رہے۔ مستشرقین کا یہ موقف بھی بے بنیاد ہے۔ حالات وواقعات اور شواہد اس نقطہ نگاہ کی تائید نہیں کرتے۔ نبی کریمؐ کے عہد میں تو عام توراۃ وانجیل یا اس کا ترجمہ عرب میں مہیا نہ تھا۔ تو یہ Appocryphal Books کہاں سے میسر آگئیں۔ یہ کتابیں تو وہ لوگ بھی نہیں جانتے تھے، جن کے بارے میں مستشرقین کا خیال ہے کہ وہ آپؐ کے معاون تھے۔ ان کے اس نقطہ نگاہ کا ذکر آئندہ صفحات میں ہوگا۔ خود مستشرقین میں سے بھی کچھ لوگ اس نقطہ نگاہ کی تردید کرتے ہیں۔ پہلی کتابوں سے نقل کر کے قرآن مجید تیار کر لینے کے بارے میں حقائق اس طرح سے ہیں۔

اس نقطہ نگاہ کی تردید خود مستشرقین کی زبانی

اس سلسلے میں راڈویل (Rodwell) لکھتے ہیں کہ ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ہماری کتب مقدسہ کبھی محمدؐ کو دستیاب ہوگئی ہوں۔ گو یہ صرف ممکن ہے کہ عہد نامہ عتیق یا عہد عتیق کے ٹکڑے خدیجہؓ یا ورقہ یا مکہ کے اور عیسائیوں کے ذریعے سے جن کے پاس ہماری مقدس کتاب کے قلمی نسخے موجود ہوں گے، ان کے پاس پہنچ گئے ہوں گے۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ ہمیں صاف طور پر کوئی سراغ اس سلسلے میں نہیں ملتا کہ کوئی عربی ترجمہ عہد نامہ عتیق یا جدید کا محمدؐ کے زمانے سے پہلے موجود تھا۔ Rodwell کے الفاظ میں

"We have no evidence that Muhammad had acess to the Chirstian scriptures, though it is just possible that fragments of the old or New Testament may have reached him through Chadijah or waraka or

other Meccan Christians, possesing MSS." (6).

Rodwell اگرچہ قرآن مجید کو خدا کا کلام نہیں کہتا تاہم وہ اس بات کی بھی نفی کرتا ہے کہ حضورؐ نے قرآن مجید یہود و نصاریٰ کی مشکوک کتب اور کچھ بدعتی فرقوں کی کتابوں سے اخذ کر لیا۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

"It has been supposed that Muhammad derived many of his notions concerning Christianity from Gnosticism, and that it is to the numerous gnostic sects the Koran allude when it reproaches the Christians with having "split up their rligion into parties." But for Muhammad thus to have confounded gnosticism with christianity itself, its prevalence in Arabia must have been from more universal than we have any reason to believe it realy was."(7).

وہ لکھتے ہیں۔

In fact we have no historical authority for supposing that the" doctrines of these heretics were taught or professed in Arabia at all" (8)

بلکہ راڈویل کے خیال میں تو

"It is certain, on the other hand, that the Basilidans, valentinians, and other gnostic sects had either died out, or been absorbed into the ortheodox Chruch, towards the middle of the fifth century, and had disappeared from Egypt before the sixth Century." (9).

پادری جان فنڈر نے بھی "میزان الحق" کے تیسرے باب میں صاف طور پر کہا ہے کہ

آنحضرتؐ تورات وانجیل نہیں پڑھے ہوئے تھے۔یعنی عبرانی یا یونانی زبان جن میں توراۃ وانجیل موجود تھیں، آپؐ ان سے ناواقف تھے۔

مستشرقین نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور ورقہ بن نوفل کے ذریعے ان قدیم نسخوں تک نبی کریمؐ کی رسائی ہوئی تھی۔(۱۰)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسلام سے قبل حضرت خدیجہؓ کا مذہب کیا تھا۔کسی بھی تاریخی ذریعے سے ہمیں ان کی اس حد تک مذہبی سرگرمی اور دلچسپی کا پتہ نہیں چلتا کہ ان کے پاس کتب مقدسہ کا کوئی نسخہ موجود تھا۔جب پہلی وحی کے بعد نبی اکرمؐ نے حضرت خدیجہ کے سامنے خوف کا اظہار کیا تو انہوں نے اس طرح کا کوئی تاثر نہیں دیا کہ قدیم مذاہب کے بارے میں کچھ جانتی تھیں۔۔ورقہ اگرچہ عیسائی تھے،لیکن جو احتمالات پیش کئے گئے ہیں وہ بالکل بے اصل ہیں اور محض شکوک وشبہات پر مبنی ہیں۔

نبی اکرمؐ اُمّی تھے اور یہ بات سب پر واضح تھی کہ آپؐ نے کسی سے علم نہیں سیکھا تھا۔پہلی وحی کے وقت آپؐ نے جبریل سے یہی کہا تھا کہ ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''۔جب سب لوگ آپؐ کو اُمّی سمجھتے تھے تو پھر نبی اکرمؐ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپؐ نے قرآن پہلی کتابوں سے حاصل کرلیا، نقطہ نگاہ کے تضاد کا ثبوت ہے۔آپؐ اُمّی تھے یا آپؐ نے گزشتہ کتابوں کا علم حاصل کیا تھا، دونوں میں سے ایک ہی بات درست ہوسکتی ہے۔اگر ان مستشرقین کا نقطہ نگاہ یہ ہو کہ آپؐ نے پہلی کتابوں سے فائدہ اٹھایا تھا تو پھر انہیں اس کے ثبوت مہیا کرنے چاہئیں تھے۔بغیر دلیل اور ثبوت حقائق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ان شکوک سے اس ثابت شدہ امر کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا کہ حضورؐ اُمّی تھے اگر درحقیقت آپؐ اُمّی نہ ہوتے تو آپ کے صحابہؓ اور رفقاء اس امر میں کسی طرح سکوت نہ فرماتے۔آپؐ کی ازواج مطہراتؓ اور عزیز واقارب اور آپؐ کے چچا جنہوں نے آپ کو پالا تھا، اس سے بے خبر نہیں رہ سکتے تھے اور نہ ہی اس نہایت اعلیٰ درجہ کی عقل کا جس کا اعتراف منکرین کو بھی ہے، یہ مقتضاء ہوسکتا تھا، کہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے سامنے خلاف واقع اپنے آپ کو اُمّی کہتے۔قرآن میں بھی آپ کو اُمّی کہا گیا ہے۔(۱۱) ایسی صورت میں تو مخالفین کو گرفت کا آسان موقع ہاتھ آجاتا۔اور حضورؐ جو کچھ

فرماتے اس پر ان کو ہرگز یقین نہ آتا۔ اس ساری بات سے قطع نظر آپ کو اس خفیف سی بات چھپانے کا فائدہ کیا ہوسکتا تھا؟ کیونکہ پڑھا لکھا ہونا منصب نبوت کے کسی طرح مخالف نہیں ہوسکتا تھا حضرت موسیٰ اور عیسیٰ پڑھے لکھے تھے۔ حضورؐ کے بھی پڑھا لکھا ہونے سے آپ کی نبوت اور قرآن کے اعجاز پر کچھ حرف نہیں آتا تھا۔ مستشرقین کی ان قیاس آرائیوں کے برعکس قرآنِ مجید نے اپنے کلام الٰہی ہونے پر کھلے حقائق پیش کیے ہیں اور لوگوں کو خود فیصلہ کرنے کو کہا ہے کہ حقائق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

قرآن مجید کے اللہ کے کلام ہونے پر ایک دلیل سورۃ یونس کی آیت نمبر ۱۶ میں بھی دی گئی ہے۔

قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ.

آپؐ ان سے کہہ دیں کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ میں تمہیں یہ کتاب پڑھ کر سناتا نہ وہ تمہیں اس سے واقف کرتا۔ میں نے اس سے (قرآن پیش کرنے سے) پہلے تمہارے اندر ہی زندگی گزاری ہے۔ بھلا تم نہیں سمجھتے۔ گویا آج تک اگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کیا اور تم مجھے ہمیشہ صادق و امین کہتے ہو، تمہاری امانتیں میرے پاس ہوتی ہیں، تو کیا میں نے قرآن کے بارے میں ہی تم سے غلط طور پر کہنا تھا کہ یہ میری کتاب ہے۔

دوسری بات جو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے ثبوت کے طور پر کہی گئی ہے یہ ہے کہ محمدؐ کہیں باہر سے تو یکا یک تمہارے درمیان نمودار نہیں ہوگئے بلکہ قرآن کے نزول سے قبل بھی چالیس برس تمہارے درمیان گزار چکے ہیں کیا تم نہیں سمجھتے کہ دعویٰ نبوت سے ایک دن پہلے بھی کبھی تم نے ان کی زبان سے اس طرح کا کلام اور ان مسائل اور مضامین پر مشتمل کلام سنا تھا؟ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ کسی شخص کی زبان، خیالات، معلومات اور طرزِ فکر و بیان میں یکا یک ایک عظیم تغیر واقع ہوسکتا ہے؟

اس آیت میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں سے کہا گیا ہے کہ حضرت محمدؐ قرآن سنا کر

کہیں غائب تو نہیں ہو جاتے تمہارے درمیان ہی رہتے ہیں۔ تم انکی باتیں سنتے ہو کیا تم ان کی عام گفتگو اور قرآن مجید کی زبان میں فرق محسوس نہیں کرتے؟ آخر عربی زبان کی باریکیوں سے تم بھی آگاہ ہو۔

مستشرقین کا ایک گروہ اس نقطہ نگاہ کا حامل ہے کہ نبی اکرمؐ نے کچھ بندے رکھے ہوئے تھے جو قرآن کی تیاری میں آپ کی مدد کرتے تھے۔

مشرکین کا حضورؐ کے بارے میں خیال یہ تھا کہ یہ شخص امی ہیں۔ خود مطالعہ کر کے تو معلومات حاصل نہیں کر سکتے۔ پہلے انہوں نے کچھ سیکھا نہ تھا۔ چالیس برس کی عمر تک ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ جانتے تھے جو اس وقت ان کی زبان سے نکل رہی تھیں۔ اب آخر یہ معلومات کہاں سے آ گئیں؟ ان باتوں کا سرچشمہ یقیناً گزشتہ کتابیں ہیں۔ جن کے اقتباسات راتوں رات چپکے سے ترجمہ کروائے جاتے ہیں۔ انہیں یہ شخص پڑھوا کر سنتے ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں وہ چند لوگوں کے نام بھی لیا کرتے تھے۔ ان میں عداس (جو حویطب بن عبد العزیٰ کا آزاد کردہ غلام تھا) کیسار (علاؤ بن الحضرمی کا آزاد کردہ غلام) اور جبر (عامر بن ربیعہ کا آزاد کردہ غلام) شامل تھے۔

یہ اعتراض بظاہر بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے۔ وحی کے دعوے کو رد کرنے کیلئے، حضورؐ کے مآخذ علم کی نشاندہی کر دینے سے بڑھ کر اور کون سا اعتراض وزنی ہو سکتا تھا۔ لیکن اس استدلال میں کوئی وزن اور حقیقت نہیں ہے۔ اسی لئے قران نے کوئی لمبا چوڑا استدلال نہیں کیا۔ بلکہ بات صرف اس قدر کہی ہے کہ "فقد جاء وا ظلماً وزورا (الفرقان:۴) یعنی یہ کہہ کر کہ محمدؐ نے قرآن کی تیاری کے لیے بندے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ان کے ساتھ مل کر قرآن تیار کرتے ہیں، تم صداقت پر ظلم کر رہے ہو۔ صریح بے انصافی کی بات کر رہے ہو۔ سخت جھوٹ کا طوفان اٹھا رہے ہو۔ یہ تو اس خدا کا کلام ہے جو آسمان و زمین کے بھید جانتا ہے"۔ بظاہر یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے کہ مخالفت کے شدید ماحول میں اس شد و مد کے ساتھ ایک اعتراض مخالفین کی طرف سے پیش کیا جائے اور قرآن اس کا جواب صرف تین چار الفاظ سے دینے پر ہی اکتفا کر لے اور اس کو یوں حقارت سے رد کر دیا

جائے۔ پھر مزید حیرانی اس وقت ہوتی ہے جب اس مختصر جواب کے بعد نہ اس وقت کے عوام نے کسی تفصیل اور وضاحت کا مطالبہ کیا اور نہ ہی نئے ایمان لانے والوں کے اذھان میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے۔ نہ ہی کبھی مخالفین نے یہ کہا کہ دیکھو ہمارے اتنے بڑے الزام کا جواب ان سے بن نہیں پڑا۔ اور ہمیں محض جھوٹا اور ظالم کہہ کر بات ٹال دی گئی ہے۔ ۱۳)

اس حیرت کا جواب ہمیں اس ماحول سے مل جاتا ہے جس میں ان لوگوں نے یہ اعتراض اٹھایا تھا۔ پہلی بات یہ تھی کہ مکے کے وہ ظالم سردار جو ایک ایک مسلمان کو تشدد کا نشانہ بنا رہے تھے؟ ان کیلئے یہ بات مشکل نہ تھی کہ جن جن لوگوں کے بارے میں وہ کہتے تھے کہ یہ پرانی کتابوں کے ترجے کر کے محمدؐ کو یاد کرواتے ہیں ان لوگوں کے گھروں پر اور خود حضورؐ کے در دولت پر چھاپے مارتے اور وہ سارا مواد و ذخیرہ برآمد کر کے عوام کے سامنے لا رکھتے جو ان کے خیال کے مطابق اس کام کیلئے فراہم کیا گیا تھا وہ عین اس وقت چھاپا مار کر سب کو پکڑ کر عوام کے سامنے پیش کر سکتے۔ تھے جب یہ کام جاری ہوتا۔ اور لوگوں کو دکھا دیتے کہ دیکھو یہ قرآن گھڑا جا رہا تھا۔ وہ عین اس وقت چھاپا مار کر سب کو پکڑ کر عوام کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ جب یہ کام جاری ہوتا تو اور لوگوں کو دکھا دیتے کہ دیکھو یہ قرآن گھڑا جا رہا تھا۔

حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹانے والوں کو کوئی ضابطہ یا آئین روک نہ سکتا تھا کہ وہ ان غلاموں کو بھی پکڑ لیتے۔ وہ ایک ہی دن یہ کام کر کے سارا مسئلہ بے نقاب کر سکتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں وہ جن لوگوں کے لیتے تھے وہ کہیں باہر کے نہ تھے مکہ ہی کے رہنے والے تھے۔ ان لوگوں کی صلاحیتیں اور قابلیتیں کسی سے چھپی ہوئی نہ تھیں۔ مکہ کے لوگ اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ حضورؐ جو کچھ پیش کر رہے تھے وہ کس پائے کا کلام تھا۔ اس کی زبان کی شان کیا تھی۔ اس کا زور کلام، اس کی ادبی حیثیت، اس کے خیالات کی بلندی اور مضامین کا تنوع اور رفعت کس درجے کی تھی۔ اور جن لوگوں کا نام نبی اکرمؐ کے معاون کے طور پر لیتے تھے وہ کس درجے کے تھے۔ یعنی عجمی غلام تھے۔ کیا عجم سے آئے ہوئے لوگ قرآن جیسی عظیم کتاب گھڑ سکتے تھے؟ آخر وہ اتنی ذراسی بات تو سوچ سکتے تھے کہ اگر یہ عجمی غلام ایسی ہی قابلیت رکھتے تھے تو آخر انہوں نے خود اپنا

چراغ کیوں نہ جلا لیا؟ اور خود قرآن تیار کر کے خود شہرت کیوں نہ حاصل کر لی ایک دوسرے شخص کے چراغ کو تیل مہیا کرنے کی انہیں کیا ضرورت تھی؟ اور وہ بھی چپکے چپکے کہ اس کام کی شہرت کا ذرا سا بھی حصہ ان کو نہ ملے۔

ایک بات یہ تھی کہ یہ سب لوگ جن کے نام لئے جا رہے تھے یہ تو بیرونی ممالک سے آئے ہوئے غلام تھے۔ عرب کی قبائلی زندگی میں کوئی شخص بھی کسی طاقتور قبیلے کی حمایت کے بغیر جی نہ سکتا تھا۔ آزاد ہونے کے بعد بھی غلام اپنے سابق آقا کے ولاء (سر پرستی) میں رہتے تھے اور ان کی حمایت ہی معاشرے میں ان کیلئے زندگی کا سہارا ہوتی تھی اب ظاہر بات تھی کہ اگر حضورؐ ان لوگوں کی بدولت قرآن پیش کر کے شہرت حاصل کر رہے تھے تو یہ لوگ کسی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ تو اس سازش میں آپؐ کے شریک نہ ہو سکتے تھے۔ آخر اس شخص کے وہ مخلص رفیق کار اور سچے عقیدت مند کیسے ہو سکتے تھے جو رات کو انہی سے باتیں سیکھتا ہو اور دن کو دنیا کے سامنے یہ کہہ کر پیش کرتا ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ اس لئے ان کی شرکت کسی لالچ اور کسی اور غرض ہی کی بنا پر ہو سکتی تھی۔ مگر کون وہ صاحب عقل و ہوش آدمی یہ باور کر سکتا تھا کہ یہ لوگ خود اپنے سر پرستوں کو ناراض کر کے محمدؐ کے ساتھ اس سازش میں شریک ہو گئے ہوں گے؟ آخر کیا لالچ ہو سکتا تھا جس کی بنا پر وہ نبی اکرمؐ کے ساتھی بنے جن کی مخالفت پوری قوم کر رہی تھی۔ انہوں نے پورے عرب کی مخالفت مول لی اور نبی اکرمؐ کے ساتھی بنے جن سے انہیں کوئی مالی وسیاسی فائدہ نہ تھا۔ پھر یہ بات بھی سوچنے کی تھی کہ ان کے سر پرستوں کو یہ موقع تو آخر حاصل ہی تھا کہ مار کوٹ کر ان سے سازش کا اعتراف کروالیں۔ اس موقع پر انہوں نے فائدہ کیوں نہ اٹھایا۔ اور کیوں نہ ساری قوم کے سامنے خود انہی سے یہ اعتراف کروالیا کہ ہم سے سیکھ سیکھ کر نبوت کی یہ دکان چمکائی جا رہی ہے۔

سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ وہ عجمی غلام حضورؐ پر ایمان لائے اور اس ضرب المثل عقیدت میں شامل ہوئے جو صحابہ کرامؓ، حضورؐ کے ساتھ رکھتے تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بناوٹی اور سازشی نبوت'' پر خود وہی لوگ ایمان لے آئیں اور گہری عقیدت کے ساتھ ایمان لائیں جنہوں نے اس کے بنانے کی سازش میں حصہ لیا ہو۔ اگر بالفرض یہ ممکن بھی تھا تو ان لوگوں کو اہل ایمان کی جماعت میں کوئی

نمایاں مرتبہ تو ضرور ملا ہوتا۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ نبوت کا کاروبار تو چلے عداؔمی، کیسار اور جبر کے بل بوتے پر اور نبیؐ کے دست راست بنیں ابوبکرؓ و عمرؓ و ابوعبیدہؓ،

اسی طرح یہ بات بھی تعجب انگیز ہے کہ اگر چند آدمیوں کی مدد سے راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر نبوت کے اس کاروبار کا مواد تیار کیا جاتا تھا تو وہ زید ابن حارثہؓ علی ابن ابی طالبؓ۔ ابوبکر صدیقؓ سے کس طرح مخفی رہ سکتا تھا جو شب و روز حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپؐ کے در دولت پر لوگوں سے مخفی طور پر کام جاری تھا، تو اس بات کا علم ازواج مطہرات کو تو ضرور ہوتا۔ حضرت خدیجہؓ حضورؐ کی صداقت و دیانت کی بنا پر ہی آپؐ کے عقد میں آئی تھیں اور اسی صداقت و دیانت کی بنیاد پر وہ سب سے پہلے اسلام لائیں کہ آپؐ نے ہمیشہ سچ ہی کہا ہے۔ کیا ایک ایسی بیوی جس کے سامنے گھر میں لوگوں سے خفیہ طور پر نبوت کا مواد تیار کیا جارہا ہو وہ کبھی حضورؐ کی صداقت کی گواہ بن سکتی تھی۔

اگر اس الزام میں صداقت کا برائے نام بھی شائبہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ لوگ اس قدر خلوص کے ساتھ حضورؐ پر ایمان لاتے اور آپ کی حمایت میں اس قدر صعوبتیں برداشت کرتے۔ انہی وجوہ کی بنا پر ہر سننے والے کی نگاہ میں یہ اعتراض بالکل بے وزن تھا کہ نبی اکرمؐ نے قرآن تیار کرنے کے لئے اپنے کارندے رکھے ہوئے تھے اس لئے قرآن میں اس اعتراض کو ایک وزنی اعتراض کی حیثیت سے جواب دینے کی خاطر نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس کا ذکر محض یہ دکھانے کیلئے کیا گیا کہ دیکھ لو! حق دشمنی میں یہ لوگ کس طرح اندھے ہوگئے ہیں کہ کس طرح صریح جھوٹ اور بے انصافی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید نے بڑا ٹھوس اور موثر جواب ۔سورۃ النحل کی آیت نمبر 101 سے 103 تک دیا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَـٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ۔

(قرآن مجید کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اسے آپ نے خود ہی گھڑ لیا ہے حالانکہ

(حقیقت یہ ہے کہ) ان میں سے اکثر جاہل ہیں)۔ (گویا قرآن کے بارے میں یہ نقطہ نگاہ رکھنا کہ یہ نبی اکرمؐ کا کلام ہے، جہالت کی بات ہے کیونکہ اتنا عظیم کلام پیش کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں اور قرآن نے انہیں چیلنج دیا تھا کہ تم بھی تو انسان ہو تم اس جیسا کلام لے آؤ۔ جب وہ اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے تو پھر بھی قرآن کے کلام نبوی ہونے پر جمے رہنا، جاہلانہ ڈھٹائی ہے۔ دلیل اور ثبوت نہ ہونے کے باوجود غلط بات پر ڈٹے رہنا، جاہلوں کا کام ہے)۔

اے نبیؐ آپ ان سے فرما دیں کہ یہ تو حق اور صداقت کے ساتھ روح القدس آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف لے کر آئے ہیں تاکہ مومنین کے دلوں کو ثابت رکھے اور یہ قرآن تو ماننے والوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں قرآن نبی کریمؐ کو کوئی انسان سکھاتا ہے حالانکہ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کی جاتی ہے وہ عجمی غلام ہیں۔ جبکہ قرآن مجید واضح عربی میں ہے۔

کیا حضورؐ نے عیسائی راہبوں سے قرآن حاصل کیا تھا؟

مستشرقین نے پورا زور قلم صرف کرتے ہوئے اور قرآن مجید کی الہامی حیثیت کا انکار کرتے ہوئے طرح طرح کا نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے۔

ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے پہلی امتوں کے حالات و واقعات، عرب کے یہود و نصارٰی سے سیکھ لئے [16]۔ اس سلسلے میں بحیرہ اور نسطورہ راہبوں کا نام لیا جاتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ راہب آریوسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے جو توحید کا قائل تھا۔ اس طرح آپؐ نے ان سے مل کر ان سے توحید کا سبق حاصل کیا۔

جب ہم مستشرقین کے اس نقطہ نگاہ کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی اتنی بات تو سمجھ سکتا ہے کہ کیا سفر شام کے دوران ایک مختصر سی ملاقات میں ان راہبوں نے اپنے سینے کی تمام معلومات حضورؐ کے سامنے ظاہر کر دیں؟ آپؐ نے بھی مختصر ملاقات میں ان تمام باتوں کو اس طرح ذہن نشین کر لیا کہ آپؐ وہ کبھی بھول نہ سکے۔ نہ صرف آپؐ ان کو بھول نہ سکے بلکہ ان کی بنیاد پر ایک انقلابی دین کی بنیاد رکھ دی۔ اور انقلاب برپا کر کے دکھا بھی دیا۔ اول تو

یہ دعویٰ ہی بے دلیل اور بے بنیاد ہے کہ بحیرہ اور نسطورا آریوسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ ایسی روایت مل بھی کیسے سکتی تھی جبکہ آریوسی فرقے کو تو چوتھی صدی عیسوی میں ہی بدعتی اور ملحد Heretic قرار دے دیا گیا تھا اور اس وقت تو ان کا نام لینا بھی جرم تھا۔ Athanasius (اتھاناسیوس) نے اپنے ہم نواؤں کی مدد سے اس فرقے کا استیصال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ اس بے کس فرقے میں اتنی سکت کہاں تھی کہ وہ ساتویں صدی عیسوی تک سانس لے سکتا۔

پھر یہ بات مزید محل نظر ہے کہ اس متروک ومبغوض فرقے کا ایک شخص بصریٰ جیسی اہم جگہ کی ایک خانقاہ کا سربراہ بنا بیٹھا ہو۔

دوسری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ ان ملاقاتوں کی مدت انتہائی مختصر تھی جن میں تعلیم وتعلم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ مزید یہ کہ ان ملاقاتوں کے موقع پر دیگر لوگ بھی موجود تھے۔ راہب نے کوئی خفیہ اور الگ ملاقات تو آپؐ سے نہیں کی تھی۔ بحیرہ راہب سے ملاقات کے بارے میں جہاں جہاں ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے سب سے طویل روایت جہاں ملتی ہے اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ اس سلسلے میں ساری وضاحت ہو جائے۔

''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے ایک مرتبہ ابوطالب، قریش کے کچھ سرداروں کے ساتھ شام کے سفر کو گئے۔ شام میں جس جگہ جا کر اترے وہاں ایک شخص راہب تھا ان کا گزر اس سے پہلے بھی اس راہب کے پاس سے ہوتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کبھی بھی قافلے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ اس مرتبہ قافلہ جب وہاں جا کر اترا تو راہب خلاف معمول اپنی خانقاہ سے باہر نکل آیا اور متجسسانہ نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا۔

''ھذا سید العالمین ھذا رسول رب العالمین یبعثه الله رحمة للعالمین'' یعنی یہی ہے تمام جہانوں کا سردار۔ یہی ہے پروردگار عالم کا رسول۔ جن کو اللہ نے کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

سرداران قریش نے راہب سے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ راہب نے کہا کہ جب آپ

گھاٹی سے نکلے تو کوئی شجر و حجر ایسا نہیں تھا جس نے اس کو سجدہ نہ کیا ہو۔ اور شجر و حجر نبی ہی کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں آپ کی مہر نبوت کو بھی جانتا ہوں جو سیب کی طرح آپ کے شانے کے نیچے ہے۔ راہب یہ کہہ کر واپس ہو گیا اور پورے قافلے کیلئے کھانا تیار کیا۔ جب سب لوگ کھانا کھانے کیلئے حاضر ہو گئے تو آپ ان میں نہ تھے راہب نے آپ کے بارے میں پوچھا۔ معلوم ہوا اونٹ چرانے گئے ہوئے ہیں۔ آدمی بھیج کر آپ کو بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ جب آپ قوم کے قریب آئے تو دیکھا کہ لوگ آپ سے پہلے درخت کے سائے میں بیٹھ چکے تھے اور اب سایہ دار جگہ باقی نہ رہی تھی۔ آپ ایک جانب بیٹھ گئے۔ آپ کے بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا درخت کے سائے کو دیکھو وہ کس طرح آپ کی طرف جھکا ہوا ہے اور پھر اس نے قریش کے سرداروں کو کھڑے ہو کر کہا کہ آپ انہیں روم کی طرف نہ لے جائیں۔ رومی اگر آپ کو آپ کی علامات سے پہچان لیں گے تو آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔ اسی گفتگو کے دوران راہب کی نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ روم کے سات آدمی کسی کی تلاش میں ادھر آرہے ہیں۔ راہب نے پوچھا تم کس لئے نکلے ہو؟ رومیوں نے کہا ہم اس نبی کی تلاش میں نکلے ہیں جس کی بشارت تورات و انجیل میں دی گئی ہے۔ جو اس مہینے میں سفر کیلئے نکلنے والا ہے۔ ہم نے اپنے آدمی ہر سمت میں روانہ کئے ہیں۔ راہب نے کہا! اچھا یہ بتاؤ کہ جس شے کا ارادہ اللہ نے فرمالیا ہے کہ اس کو کوئی ٹال سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد رومیوں نے راہب سے عہد کیا کہ وہ اب اس نبی کے درپے نہیں ہوں گے اور وہیں راہب کے پاس ٹھہر گئے۔ راہب نے پھر قریش سے قسم دے کر پوچھا کہ تم میں سے اس کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو طالب ہیں۔ اس کے بعد راہب مسلسل ابو طالب کو قسمیں دیتا رہا کہ تم انہیں ہر صورت میں واپس بھیج دو۔ یہاں تک کہ ابو طالب نے انہیں واپس بھیج دیا۔

اس سفر کے بارے میں تین روایات ملتی ہیں۔

(۱) ایک روایت کے مطابق اس سفر کے موقع پر آپ کی عمر مبارک نو برس تھی۔

(۲) دوسری روایت کے مطابق اسی وقت آپ بارہ برس کے تھے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں

اکثر علماء کا رجحان اسی طرف ہے کہ اس وقت آپ کی عمر بارہ برس تھی۔

(۳) علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس سفر کے موقع پر آپ کی عمر تیرہ برس تھی۔

ان تینوں میں سے کسی ایک روایت کو تسلیم کریں اور مذکورہ صدر طویل تفصیلی روایت کے بارے میں بھی فرض کرلیا جائے کہ یہ صحیح روایت ہے تب بھی اس بات کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ آپؐ نے اس عمر میں اور اس ماحول میں ہونے والی ملاقات میں اس قدر قلیل وقت میں بحیرہ راہب سے کچھ سیکھ لیا ہوگا۔

نسطورا راہب سے ملاقات تو بحیرہ والی ملاقات سے بھی مختصر تھی۔ ان مختصر سی ملاقاتوں کی بنیاد پر اگر کوئی کہتا ہے کہ آپ نے ان لوگوں سے پہلی امتوں کی پوری تاریخ حاصل کرلی تھی۔ تو یہ بات نہ صرف کوتاہ بینی کی دلیل ہے بلکہ حقائق کو نظرانداز کرنے کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

بعض روایات کے مطابق ایک سفر کے موقع پر آپؐ کی عمر پچیس برس تھی۔ ہر صورت میں یہ واقعہ بعثت سے ایک طویل عرصہ قبل ہوا۔ کیا آپ نے اس طویل عرصے میں یہ سب کچھ یاد رکھا۔ کسی کو کبھی کانوں کان خبر نہ ہونے دی کہ آپ کے ذہن میں کیا کیا منصوبے موجیں مار رہے ہیں۔

مستشرقین کس طرح رائی کا پہاڑ بناتے ہیں اس کا اندازہ مذکورہ بالا واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ محض دو واقعات کی روایت ملتی ہے۔ ان سفروں کی بنیاد پر حضورؐ کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ آپ اکثر و بیشتر عیسائی علاقوں کے سفر کیا کرتے تھے، حقائق کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ مستشرقین کو ان سفروں کی خبر تو اسلامی مآخذ ہی سے ہوئی۔ اور اسلامی مآخذ میں تو صرف دو سفروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ آخر مستشرقین کس بنیاد پر یہی رٹ لگاتے چلے جاتے ہیں کہ حضورؐ اکثر عیسائی علاقوں کے سفر کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں باڈلے (R.V.C Bodley) کے پاس اصولی طور پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ کہیں کہ آپؐ کی زندگی کا بیشتر حصہ سفروں میں گزرا۔ اس نقطہ نگاہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد خلیفہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے شام کے دو سفر کیے ہیں۔ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک تیرہ برس اور پچیس برس تھی۔ لیکن یہ تو حضورؐ کے مشن کے آغاز سے ایک طویل عرصہ قبل کی بات ہے۔ یعنی اتنی مدت تک ان ملاقاتوں کے ثمرات کو آپؐ نے چھپا کر کیوں اور کیسے رکھا۔ اس دوران کسی کو آپ کی

سرگرمیوں اور قرآن کی تیاری کا پتہ بھی نہ چلا۔ اہل مکہ جو آپؐ کے بارے میں لحہ بہ لحہ آگاہ رہتے تھے انہیں بھی قرآن کی تیاری کی خبر نہ ہوئی۔ جارج سیل (G.Sale) لکھتے ہیں ان راہبوں کے ساتھ ملاقات اتنی مختصر تھی کہ اس سے یہ گمان ہی نہیں جاسکتا کہ وہ کسی طرح وحی کیلئے مددگار ثابت ہوئے ہوں گے۔(20)

نفسیاتی امراض وغیرہ کے الزام کا تحقیقی جائزہ

مستشرقین، تحقیق کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ورزی تو کرتے ہی ہیں، وہ انصاف، شرافت، عقل اور تاریخی حقائق کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ جب اسلام کے خلاف زبان درازی پر اتر آتے ہیں تو اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ ان کی باتوں کو کون تسلیم کرے گا؟ وہ اسلام اور نبی اکرمؐ کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں اور اس کے باوجود تقاضا کرتے ہیں کہ ہمیں غیر جانبدار محقق کہا جائے۔

ان کی زبان درازی اور قرآن دشمنی کا ایک اظہار یہ ہے کہ ان کے خیال میں نبی اکرمؐ پر ایک نفسیاتی مرض کا دورہ پڑتا تھا۔ اس دورہ کے دوران آپ جو کچھ فرماتے اسے قرآن کہہ دیا گیا مستشرقین کی اس زبان درازی کو محض اس مقصد کے تحت پیش کیا جاتا ہے کہ قارئین کو اس کا جواب میسر آسکے۔ مستشرقین کی اس نہایت جارحانہ نقطہ نگاہ کا جائزہ خود مستشرقین کے اقوال کی روشنی میں لیں گے Epilepsy کے بارے میں Deniel لکھتے ہیں۔

Epilepsy as applied to the Prophet was the explanation of those who sought to amuse rather than to instruct.(21)

ترجمہ:

حضرت محمدؐ کے بارے میں جن لوگوں نے مرگی کا ذکر کیا ہے انہوں نے ایسا محض خوش ہونے کیلئے کیا کچھ رہنمائی لینے کیلئے نہیں کیا۔

اس سلسلے میں جن مستشرقین نے اس بات کی تردید کی ہے کہ آپ کو (نعوذ باللہ) کوئی نفسیاتی مرض لاحق تھا اور کوئی دورہ پڑتا تھا، ان سب کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے محمد خلیفہ

لکھتے ہیں۔

یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ جبکہ اس بیماری کے بارے میں سائنٹیفک بنیادوں پر معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دماغ کو مفلوج اور حافظے کو ناقص بنا دیتی ہے۔اس سے ذہانت اور قابلیت کم ہو جاتی ہے۔اس بیماری سے مزاج میں بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔جسمانی اعتبار سے یہ بات مسلمہ ہے کہ بیماری کے شکار اور دیکھنے والے دونوں کیلئے یہ بیماری (Shattering) ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کی تفاصیل صدیوں سے ہم تک پہنچ رہی ہیں۔لیکن کسی بھی زمانے میں اس قسم کی کوئی بات ہم تک نہیں پہنچی کہ کبھی آپؐ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی ہو۔(22)

پروفیسر منٹگمری واٹ (M.Watt) نے اگرچہ قرآن کو حضورؐ کا کلام ہی قرار دیا ہے لیکن کسی نفسیاتی مرض یا مرگی کے دوروں کی تردید کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

On the contrary, He was clearly in full possession of his faculties to the very end of his life.(23)

ترجمہ: جن لوگوں نے حضرت محمدؐ کے بارے میں کہا ہے کہ ایک نفسیاتی کیفیت میں آپؐ جو کچھ کہتے اسے قرآن کہہ دیا گیا، اس کے برعکس آپؐ کو اپنے جزبات اور صلاحیتوں پر آخری لمحات تک مکمل طور پر کنٹرول رہا۔

محمد خلیفہ اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں۔

Moreover, Muhammad was man whose common sense never failed him nor his physical strenght. Had he ever collapsed under the strain of battle or controvery or fainted when strong action was called for, a case for epilopsy might have been made out.(24)

ترجمہ:

حضرت محمدؐ کی عمومی عقل اور آپ کی جسمانی قوت کبھی ختم نہیں ہوئی۔جنگوں اور دشمنوں

کے رویے کے وقت جب بڑے بڑے معرکے ہوئے کبھی بھی آپ کی ہمت اور طاقت نے جواب نہیں دیا۔ جبکہ مرگی کی صورت میں ایسا ہوجاتا ہے کہ انسان کی قوتیں اور اعصاب جواب دے دیتے ہیں۔

مستشرق Guillaume اس بارے میں لکھتے ہیں۔

to base such a theory of epilepsy on a legend which on the face of it has no historical foundation is a sin against historical criticism.(25)

جن لوگوں نے آپؐ پر مرگی کے نظریے پر بنیاد رکھی ہے اس کی کوئی تاریخی دلیل موجود نہیں ہے یہ تاریخی تنقید کے حوالے سے ایک گناہ ہے۔

باڈلے (R.V.C Bodley) اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

Epilepsy never made any one into a Prophet or a law giver or raised anyone to a position of esteem and power in those days especially, such as a state would suggest some one possessed or insane. If there was a man who was clearly sane, it was Muhammad.(26)

ترجمہ:

مرگی کے کسی مریض کو کبھی بھی اس مرض نے ایک پیغمبر، قانون دھندہ، اور عظمت کی بلندی اور اقتدار و اختیار کے منصب تک نہیں پہنچایا مرگی کا مریض تو حواس کھو دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اعتدال پسند اور ہوش مند ہوسکتا ہے تو وہ حضرت محمدؐ ہی ہیں۔

خود مستشرقین اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ حضورؐ پر کسی قسم کا کوئی دورہ پڑتا تھا مستشرقین ہی کے بیسیوں مزید اقوال اس سلسلے میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

ہم آخر میں پروفیسر خدا بخش کا یہ اقتباس نقل کرتے ہیں کہ۔

He is no longer a neurotic patient suffering from epilepsy but a man of tremendous character and unyeilding will.(27)

ترجمہ: آپ کسی اعصابی مرض میں مبتلا نہ تھے بلکہ آپ ایک عظیم الشان اور مضبوط کردار اور کسی کے آگے کبھی نہ جھکنے والی قوت ارادی کے مالک ہیں۔

Rom Launda. نے اس الزام کی نفی کی ہے کہ آپ کو مرگی یا اس قسم کا کوئی دورہ پڑتا تھا۔ وہ لکھتا ہے۔

محمدؐ نے جو کام کیا وہ نہایت اثر آفریں اور شاندار تھا۔ ایک ایسا شخص جو اپنی ذاتی خواہشات کی تسکین و تکمیل کیلئے یہ سب کچھ کر رہا ہو اس سے اس قدر عظیم کام اکیلے ہو نہیں سکتا۔ یہ الزام کہ آپ پر وحی کے دوران آپ کو مرگی کا دورہ کہا جائے واضح طور پر بے بنیاد ہے۔ مرگی کے دورے کے دوران تو کوئی مریض ایک لفظ بھی ادا نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ قرآن مجید کی زبان جیسی پُر معانی اور حکمت سے بھر پور باتیں بتلائے۔ جس اخلاق کے ساتھ آپ نے اپنا مشن مکمل کیا۔ وہ ایمان و یقین جو آپ کے متبعین آپ کی وحی پر رکھتے تھے، اور صدیوں سے ان سب چیزوں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مرگی کا مریض ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔(28)

وہ مزید لکھتا ہے۔

No delibirate religions concoction even of an importor of genuis has ever survived. Islam has not only survived for over thirteen hundred years, but keeps gaining new adherents from years to year. History shows not a single example of an importer whose message was responsible for the creation of one of the world's greatest empires and of one of the noblest civilizations.(29)

ترجمہ:

اس طرح سے کسی مذھب کی گھڑی ہوئی باتیں یا کسی گھڑنے والے کی باتیں کبھی زیادہ دیر

تک آگے نہیں چلیں۔ اسلام نہ صرف تیرہ سو برس تک زندہ رہا ہے بلکہ سال بہ سال اس میں ترقی ہی ہوتی رہی ہے۔ تاریخ سے ہمیں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ کسی جعل ساز کا پیغام دنیا کی عظیم ترین مملکت اور شاندار تہذیب کی تخلیق کا سبب بنا ہو۔

کیا قرآن پاک حضورؐ کی ایک نفسیاتی کیفیت کا نتیجہ ہے۔

مستشرقین نے وحی کے بارے میں ایک عجیب و غریب تاویل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ پر نازل ہونے والی وحی درحقیقت کوئی خارجی چیز نہیں بلکہ یہ حضورؐ کی ایک داخلی اور اندرونی کیفیت تھی۔ جو آپؐ کے طویل غور وفکر اور مشاہدات کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ان کی ایک وجدانی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ مستشرق "Tor Andrea" نے اپنی کتاب "Mohammad. The Man And His Faith" میں اس پہلو پر کئی ایک طریقوں سے لکھا ہے۔ اس کی ساری کوشش یہی ہے کہ وحی کی اس کیفیت کا انکار کرے جو مسلمان بیان کرتے ہیں۔ وہ کبھی کہتا ہے کہ محمدؐ نے عرب کے حالات دیکھے پھر الگ تھلگ بیٹھ جاتے اور غور کرتے۔ اس طرح (بقول اس کے) محمدؐ ایک original شخص تھے کبھی کہتا ہے کہ آپؐ ان لوگوں میں سے تھے جن کی وجدانی طاقت بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے اسی وجدانی کیفیت کی مدد سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ کبھی وہ آپ کو Introvert کہتا ہے جو نفسیاتی مریض تھے۔ (30)

مستشرقین کہتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کے طور طریقوں سے بیزار تھے اور غار حرا میں جا کر الگ تھلگ عبادت کیا کرتے تھے۔ وہیں طویل غور وفکر کے نتیجے میں توحید پر ان کا اعتقاد پختہ ہوتا چلا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپؐ پر پھر ایسی کیفیت طاری ہوتی گئی کہ آپ کو اپنے دل کی آواز ایک خارجی آواز محسوس ہونے لگی۔ اور آپؐ نے اسے ایک فرشتے کی آواز سمجھ کر پورے خلوص اور دیانت کے ساتھ نبوت کا دعوی کر دیا۔ (31) بیسویں صدی کے مستشرقین نے نبوت محمدی اور قرآن کی یہی توجیہہ و توضیح کی ہے۔ حالانکہ اس نقطہ نگاہ کو بھی تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مولانا تقی عثمانی اس نقطہ نگاہ کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ا۔ کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ کہ سرور عالمؐ جن کے بارے میں خود ان لوگوں کا

اعتراف ہے کہ آپ بہترین ذہنی اور اعلیٰ صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ تیس برس تک مسلسل، اپنی ایک اندرونی کیفیت کو کسی فرشتے کی آواز سمجھتے رہے۔ آپ آخر وقت تک یہ اندازہ نہ لگا سکے کہ اس غیر معمولی کیفیت کی حقیقت کیا ہے؟ وحی کا نزول اس تئیس برس کے عرصے میں سینکڑوں مرتبہ نہیں ہزاروں مرتبہ ہوا ہوگا۔ کیا اس پورے عرصے میں (معاذ اللہ) آپ مسلسل اسی مغالطے میں مبتلا رہے۔

۲۔ پھر اگر آپ پر یہ نام نہاد اندرونی کیفیت اپنی قوم کو دیکھ کر طاری ہوتی تھی تو قاعدے کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کیفیت کے سب سے پہلے تجربے میں ان کی گمراہیوں کی تردید اور عقیدہ توحید کا بیان ہوتا۔ حالانکہ پہلی وحی میں کہیں بھی نہ تو توحید کا ذکر ہے اور نہ ہی شرک کی تردید و مذمت۔ بلکہ سب کو معلوم ہے کہ پہلی وحی کے الفاظ یہ تھے۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ ۔خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَم۔الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ یَعْلَم (**العلق**:1-5)

(پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا اکرم کرنے والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا)۔

۳۔ پھر یہ عجیب بات ہے کہ یہ کیفیت ایک مرتبہ پیش آنے کے بعد ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ اور پھر تین برس تک آپ کو کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس کیفیت کے انقطاع کی وجہ سے آپ پریشان بھی ہو جاتے ہیں۔ تین برس تک سقوط رہتا ہے اس کے بعد پھر وحی نازل ہوتی ہے تو پھر بھی اس میں شرک کے رد کا واضح ذکر موجود نہیں ہوتا۔ نہ ہی اہل عرب کے غلط عقائد اور ان کی تردید کی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر آپؐ پر یہ کیفیت اپنی قوم کی گمراہیوں پر سوچ و بچار کی وجہ سے تھی اور آپ پر توحید کا غلبہ ہو گیا تھا تو وحی کے ابتدائی واقعات میں یہ تصورات کہاں چلے گئے تھے۔

۴۔ اگر یہ آپ کی اندرونی کیفیت تھی تو اسے پوری طرح حضورؐ کے خیالات سے ہم آہنگ ہونا چاہیے تھا لیکن قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر آپ کے ذاتی خیالات کے خلاف ہدایات دی گئی

ہیں۔ بلکہ کئی ایک مقامات پر آپ کی ذاتی رائے کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً

لیس لك من الامر شیء أویتوب علیهم ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتٰی یثخن فی الارض یایها النبی لم تحرم مآاحل الله لك تبتغی مرضات ازواجك.

۵۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ کسی تصور کا غلبہ انسان کو ایک خارجی آواز کی طرح محسوس ہونے لگتا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے کہ یہ خارجی آواز جو پیشن گوئی کر دے وہ ہمیشہ سچ ہی نکلے۔ جو وہ حکم دے دے وہ انجام کار درست ثابت ہو۔ جو الفاظ وہ بول دے وہ ایسی پتھر پر لکیر ہو کہ دنیا بھر کے ادیب وخطیب اس کے مقابلے میں عاجز ہو کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ اس کی بنیاد پر دنیا میں ایک ایسا انقلاب رونما ہو جائے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

۶۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تصورات کے غلبے سے محسوس ہونے والی آواز بھی کوئی حقیقت رکھتی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس شخص کے علم وتصور کا ایک عکس ہو سکتی ہے جسے وہ سنائی دے رہی ہے اور جو بات پہلے سے اس کے تصور وعلم میں نہ ہو وہ اس آواز سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ لیکن قرآن کریم کی تلاوت سے بے شمار ایسی باتوں کا علم ہوتا ہے جو وحی سے قبل آپ کو معلوم نہ تھیں۔ وحی نے آپ کو ان باتوں کا علم دیا مثلاً:

ماکنت تدری مالکتاب ولا الایمان ولکن جعلناه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا.

(آپ اس وحی کے نزول سے قبل نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا ہیں؟ لیکن ہم نے وحی کو آپ کیلئے روشنی بنایا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہنمائی کرتے ہیں)

۷۔ خصوصاً پہلی امتوں کے اکثر واقعات ایسے ہیں جن کے بارے میں خود قرآن نے تصریح کی ہے کہ آپؐ وحی کے نزول سے قبل ان سے واقف نہ تھے، تاریخی اعتبار سے بھی یہ بات ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ کو ان واقعات کا علم وحی سے پہلے نہیں تھا۔ مثلاً سورۃ ھود میں حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

تلك من انباء الغیب نوحیهآ الیك ماکنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا

(یہ غیب کی باتوں میں سے ہے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے آپ نہیں تھے کہ انہیں جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم والے بھی انہیں جانتے تھے)

سورۃ یوسف کے اختتام پر فرمایا۔

ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك وما كنت لديهم اذا جمعوآ امرهم وهم يمكرون.

(یہ واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے۔ اور آپ تو ان کے پاس نہیں تھے جب انہوں نے مل کر ایک ٹھہرالی) قرآن میں گزشتہ اقوام کے حالات بیان کیے گئے جو تحقیق کے بعد حرف بحرف سچ ثابت ہو رہے ہیں کیا یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ آپؑ نے محض تنہائی کی سوچ و بچار کے نتیجے میں ماضی کے واقعات ٹھیک ٹھیک بیان کر دیئے اور تحریف کرنے والوں کی تحریفات کو بے نقاب کر دیا۔ جبکہ آپؑ اُمّی بھی تھے۔

آپ نے اہلِ کتاب کے حق کو چھپانے کو بھی بے نقاب کیا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

☆ اے اہلِ کتاب تم میں ہمارے رسول آئے ہیں جو اس چیز کو سب پر واضح کرتے ہیں جسے تم چھپاتے رہے ہو۔ (المائدہ: ۱۵) اہلِ کتاب علماء نبی اکرمؐ کے بارے میں توراۃ میں بیان شدہ حقائق چھپاتے تھے قرآن نے ان کی اس حرکت کو بے نقاب کیا۔ کیا محض ذاتی مشاہدات سے ایسا ممکن ہے؟

☆ اہل کتاب تو مدینہ میں تھے۔ نبی اکرمؐ نے بعثت کا اعلان مکہ میں کیا۔ کیا محض تنہائی کے غور و فکر سے آپ نے یثرب میں بیٹھے یہود کی خفیہ سازشوں کو بے نقاب کر دیا۔

☆ آپؑ اُمّی تھے۔ قرآن مجید نے کائنات کے حقائق بیان کیے۔ علوم کی بنیادیں فراہم کیں قرونِ اولیٰ کے مسلمان سائنس دان تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری تمام تحقیقات کی بنیاد قرآن مجید کی آیات تھیں۔ دوسری طرف اہلِ مغرب میں سے بعض لوگوں کو یہ توفیق نصیب ہوئی ہے کہ وہ بھی مانتے ہیں کہ قرآن نے سائنس و تحقیق کی بنیادیں فراہم کی ہیں۔ کیا محض ذاتی غور و خوض کے نتیجے میں ایک ایسی انقلابی کتاب کا تصور کسی ذی شعور انسان کے ذہن میں آ سکتا ہے۔

قرآن نے انہیں چیلنج دیا کہ تم اس جیسی ایک کتاب، اس کتاب جیسی دس سورتیں یا ایک ہی

سورت لا کر دکھا دو۔ لیکن وہ سب مل کر بھی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے۔ کیا ایک شخص کے اندر کی آواز کا جواب سارے عرب مل کر بھی نہ دے سکے؟

مستشرقین میں سے بہت سے لوگ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ حضورؐ صادق و امین تھے۔ اس صورت میں مستشرقین کے پاس کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا کہ وہ مذکورہ اعتراضات پیش کریں۔(30)

Rom Landau اپنی کتاب Islam and The Arabs میں حضورؐ پر مرگی وغیرہ کے دورے کی تو نفی کرتا ہے لیکن وہ یہ بات تسلیم نہیں کرتا کہ آپؐ پر یہ کلام خدا تعالی کی طرف سے نازل کیا گیا۔ وہ حضورؐ کی زندگی کے احوال و واقعات کے پس منظر کے ساتھ آغاز نزول قرآن کا ذکر کرتا ہے کہ ان حالات میں ایک حساس ذہین شخص سوچ و بچار میں مصروف رہتا تھا۔ یہ مستشرق وہ عرب کے حالات بھی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کو یہ حالات بھی بڑا پریشان کرتے تھے ان حالات کی اصلاح کی بھی انہیں فکر لاحق ہوئی۔ مصنف آپ کی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ ان ذاتی وجوہ سے بھی پریشان رہتے تھے۔ حضورؐ کے ظاہری سہاروں کے چھن جانے کا ذکر کے بعد وہ لکھتا ہے۔

"One can easily imagine the loneliness experienced by the sensitive youth, and the effect that this must have had on his mental make up. His later revelations were not given to him as though in a vacum, but within an atmosphere of inevitable introspection and spiritual questioning, the concomitant of a boys existance without parents, brothers and sisters.(31)

وہ مزید لکھتا ہے کہ آپ کی طبیعت و مزاج روحانی اور مذہبی قسم کی تھی۔ اور آپؐ فطری طور پر ان صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ لکھتا ہے۔

"Muhammad was religious by nature and was evidently predisposed to the message of reform that He recieved in his

visions.(32)

اس کے خیال میں اس کے علاوہ آپ ایک عملی انسان تھے اور جانتے تھے کہ عرب معاشرے کے کمزور پہلو کون کون سے ہیں وہ عربوں کی خوبیوں سے واقف تھے۔اسی بنیاد پر وہ بدوی اور حضری، تمام عربوں کے بارے میں جانتے تھے کہ کس طرح بتدریج اور منظّم طریقے سے ان میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔(33)

بعض مستشرقین نے تعصب کے جوش میں یہ بھی کہا ہے کہ آپؐ نے محض ایک مقام ومرتبہ حاصل کرنے کیلئے قرآن تیار کرلیا(34) لیکن ان کے اس نقطہ نگاہ کا ردّ ،آپ کی حیات طیبہ سے یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔شمائل ترمذی سے لاتعداد ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ آپ کی زندگی سادگی کا نمونہ تھی آپ نے ہمیشہ تواضع کا مظاہرہ کیا۔آپ غریبوں کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے۔کبھی جاہ طلبی کی طرف آپ کا رجحان نہیں ہوا۔آپؐ نے اپنے گھر کا معیار زندگی ایسا رکھا ہوا تھا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ درِ نبوی پر کبھی تین دن مسلسل چولہا نہیں گرم ہوا۔آپ کے گھر کے معیار کا اندازہ کرنا ہو تو سورۃ الاحزاب کی آیات نمبر 28 تا 30 کا پس منظر تفاسیر سے پڑھ لیا جائے۔

کیا اس ذات گرامی کے بارے میں ان شوہد کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے جاہ طلبی کی خاطر قرآن گھڑ لیا؟ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جب حضور اکرمؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپؐ خوف زدہ ہو گئے۔آپؐ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس گئے اور اپنے خوف کا اظہار کیا۔کیا ایک ایسا شخص جس نے بڑا بننے کیلئے ایک منصوبہ تیار کیا ہو،اس منصوبے کے آغاز میں ھی خوف زدہ ہوگیا آپ کو تو پھولے نہیں سمانا چاہیئے تھا کہ آپ کے مشن کا آغاز ہوگیا تھا۔

جب کفارِ مکہ نے آپ کو طرح طرح کی پیش کشیں کیں ۔ بادشاہت ، دولت ، شادی ،اور ہر چیز کی پیش کش کی گئی لیکن آپؐ نے ان سب پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔35 اگر جاہ وحشمت کیلئے قرآن گھڑا جارہا تھا تو پھر تو آپ کی امیدیں ان پیش کشوں کے موقع پر پوری ہو رہی تھیں۔

یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر کوئی شخص خود قرآن گھڑے تو اس کی اصلیت اس کے

قریبی ساتھیوں کوتو کم از کم معلوم ہوتی ہے۔ایسی صورت میں اس شخص کے قریبی ساتھی اس کا اس طرح احترام نہیں کر سکتے جس طرح نبی اکرمؐ کے ساتھیوں نے آپ کا احترام کیا۔ یہاں تو حالت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق سے کہا گیا کہ آپ کے ساتھی (حضور اکرمؐ) کہتے ہیں کہ میں راتوں رات معراج پر گیا ہوں۔تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوراً جواب دیا کہ اگر آپ نے ایسا فرمایا ہے تو پھر سچ ہی فرمایا ہے۔کسی دھوکہ دینے والے شخص کیلئے اس طرح جاں آفرینی کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوسکتا۔

حوالہ جات

☆ نبی اکرمؐ نے قرآن یہودیت وعیسائیت کی کتابوں سے اخذ کیا،اس سلسلے میں حوالے کے طور پر مندرجہ ذیل مقامات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

1. Kritzeck, James, Peter The Veneralbe and Islam, Princeton university Press, 1964. P.129-132

2. Menezes. F.J.L, The Life adn Religion of Muhammad , The Prophet of Arabian Sands, London, Gaidner, W. The Reproach of Islam, Society for the Propagation of Gospal, London, 1910, P-161.

3.Margoliouth, D.S., Mohammadanism, Batterworth, London, 1928.P-42.

4.Anderson, J.N.D, The world religions, Frankcass, London, 1965,P-58.

5. Moor, G-F, History of Religions,P-386.

-1 النساء: 163

-2 المائدۃ: 46

-3 المائدۃ: 48

-4 الشوریٰ: 4

-5 کیرانویؒ، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، (اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک)، جلد دوم، صفحہ 504-530۔

-6 Roduwell, J.M The Karan, Dentt, dondon, 1909, P 10

-7 IBID, P.10

-8 IBID. P .11

-9 IBID. P. 11

-10 فنڈر، پادری، میزان الحق، صفحہ 36-44

-11 الاعرف: 157

-12 مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔ صفحہ ۲۷۲-۲۷۴

-13 الفرقان: 4

-14 مودودی، مولانا، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔ جلد سوم، صفحہ 435

-15 مودودی، مولانا، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ 435-437

-16 نبی کریمؐ پر اسطرح کی الزام تراشی کرنے والوں کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

1-Kritzeck, James, Peter the venerable and Islam,Princton

university press, 1964, 129

2- Cook , Micheal, Mohammad , axford University Press, 1983, P.77

-17 تقی عثمانی، مولانا علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، 2003ء، صفحہ 283 تا 287

18- Bodlel, R.V.C., The Message, The life of Mohammad, Doubleday, New York, 1964, P.13

-19 Muhammad Khalifa, the sublime Quran and orientalism, Longman, Longman, 1983, P.45

20-

-21 Denial, Norman, Islam and the est, (The Mahing of an image), Edinburgr University Press, Edinburgh, 1966

-22 Khalifa, Muhammad, the sublime Quran and orientalism, P.13

23- Watt, M. Companian to the Quran, G, Allen and Unwin, London, 1967, P-18.

-24 Muhammad Khalifa, the sublime Quran and orientalism, Longman, Longman, 1983, P-45

25- Guillaume, A., Islam, Penguin, Books, 1967 P. 25

26- Bodlel, R.V.C., The Message, The life of Mohammad, Doubleday, New York, 1964, P.13

27- Vide Ata Muhammad, The Arabian Prophet, P.118

28- Tor Andera, Mohammad and his Faith, Harper adn

Brothers, New York, P.176

29- Tor Andera, Mohammad and his Faith, Harper adn Brothers, New York, P.176

30- Tor Andera, Mohammad and his Faith, Harper adn Brothers, New York, P.176

31- Tor Andera, Mohammad and his Faith, Harper adn Brothers, New York, P.176

32- تقی عثمانی، مولانا علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، صفحہ 279-282

33- Rom Landua, Islam adn the Arabs, P.22

34- Rom Landua, Islam adn the Arabs, P.22

35- ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، 1936، جلد اول، صفحہ 313,314

☆☆☆☆☆☆☆☆